II pepar

قصیدہ مرثیہ

سوال - قصیدہ کسے کہتے ہیں ؟

جواب - قصیدہ عربی زبان کا لفظ ہے قصیدہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی کی تعریف یا برائی کی گئی ہو لیکن اس میں وعظ و نصیحت اور دوسرے مضامین بھی پیش کئے جاتے ہیں

تعداد اشعار -

قصیدے میں اشعار کی تعداد کم سے کم پانچ اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے دو سو اشعار تک کے قصیدے ملتے ہیں

موضوع -

اس کا موضوع مدح یا ذم یعنی برائی ہے لیکن بعد میں اس میں اور بھی مضامین شامل کر لئے گئے جیسے روزمرہ کی زندگی ذاتی تجربات ۔ ملک کے حالات وغیرہ -

Date
Page

اجزائے ترکیبی

قصیدے کے اجزائے ترکیبی چار ہیں

(1) تشبیب - قصیدے کے شروع میں عشقیہ اشعار لکھے جاتے ہیں اسے تشبیب کہتے ہیں

گریز - تشبیب کے بعد شاعر کسی طرح ممدوح کا ذکر چھیڑتا ہے اسے گریز کہتے ہیں دراصل مدح اور تشبیب کو ملانے والے اشعار گریز کہلاتے ہیں

مدح - قصیدے کا تیسرا حصہ مدح یعنی تعریف کا ہوتا ہے اس میں شاعر ممدوح کے جاہ و جلال - عظمت و بزرگی وغیرہ کی تعریف کرتا ہے اس کے علاوہ ممدوح کے ساز و سامان فوج - گھوڑے تلوار وغیرہ کی بھی تعریف کرتا ہے

دعا مدح کے بعد شاعر اپنے ذاتی حالات کے بعد ممدوح کی ترقی - عمر اور شان و شوکت کے لیے دعا کرتا ہے اور

اس کے دشمنوں کے لیئے بد دعا کرتا ہے اس کے بعد
قصیدہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ اس طرح اپنا مطلب
بیان کرتا ہے کہ ممدوح کی طبیعت پر ناگوار نہ گزرے۔

شیخ ابراہیم ذوق

نام شیخ ابراہیم ذوق 1789 میں دہلی میں پیدا ہوئے۔
ان کے والد کا نام شیخ محمد رمضان تھا - حافظ غلام رسول سے
ابتدائی تعلیم حاصل کی. شعر کہنے کا شوق بچپن سے تھا اس لئے
شاعری میں بھی انہیں سے اصلاح لی اور بہت جلد ایک اچھے
شاعر ہوگئے - بہادر شاہ ظفر کے استاد مقرر ہوئے ایک
قصیدے کے صلے میں ذوق کو ملک الشعراء خاقانی ہند کا
لقب ملا 1854 میں انتقال ہوا -

ذوق کی تعلیم بہت کم تھی لیکن ان کا ذہن
بہت اچھا تھا جس موضوع کا مطالعہ کرتے اسے یاد کر لیتے تھے
اور اس کا اظہار اپنے اشعار میں کرتے - ذوق قصیدہ اور
غزل دونوں کے شاعر تھے - سودا کے بعد قصیدے کے باکمال
شاعر ہوئے زبان و بیان دونوں پر قدرت حاصل تھی

classmate
Date
Page

ذوق کی غزلیں بھی بہت خوب ہیں ۔ ذوق
بہت نرم دل تھے ۔ خوفِ خدا اس قدر تھا کہ زندگی بھر کوئی
جانور اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کیا

ذوق نے اکثر تصوف کے مسائل پر
روشنی ڈالی ہے اور جو کچھ بھی کہا ہے وہ ہر لحاظ سے
قابل قدر ہے اپنی انہیں خوبیوں کی وجہ سے وہ اردو
ادب میں ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے ۔

مرزا سودا

مرزا محمد رفیع نام اور سودا تخلص تھا 1713 میں دہلی میں پیدا ہوئے ان کے والد محمد شفیع تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے اور دہلی میں رہنے لگے سودا کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی پہلے فارسی میں شعر کہنا شروع کیا لیکن بعد میں اردو میں شعر کہنے لگے کچھ ہی عرصہ میں مشہور ہو گئے۔ سودا کے کلام کی شہرت سن کر شاہ عالم ثانی نے ان کو اپنا استاد مقرر کر لیا لیکن کچھ عرصے بعد لکھنؤ چلے گئے وہاں نواب شجاع الدولہ کے دربار میں کری اور عزت حاصل کی جب نواب آصف الدولہ تخت نشین ہوئے تو انہوں نے مرزا سودا کو خوب نوازا چھ ہزار روپئے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا جو انہیں آخر آخر وقت تک ملتا رہا۔ سودا ایسا دل و دماغ لے کر آئے تھے جو بہت کم شاعروں کو نصیب ہوتا ہے۔

Date
Page

حالانکہ انہوں نے مرثیے - رباعی اور غزلیں

وغیرہ بھی لکھیں لیکن قصائد میں وہ نام پیدا کیا کہ اردو

ادب کے بے تاج بادشاہ کہلائے 1781ء میں لکھنؤ

میں ہی انتقال ہوا -

Classmate
Date
Page

مرثیہ

مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی مرنے والے کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ لیکن عام طور پر اردو میں مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں امام حسین کی شہادت اور واقعات کربلا کا ذکر ہو۔ مرثیے کے اشعار کی کوئی حد نہیں ہے۔ مرثیے میں جیتے جاگتے کردار ملتے ہیں۔ واقعات کربلا میں حق و باطل کی جنگ۔ ظلم و مظلومیت کی داستان گھوڑے اور تلواروں کی تعریف۔ پاکیزہ اخلاق آل رسول اور ان کے ساتھیوں کا اعلیٰ کردار نظر آتا ہے

مرثیے کے اجزائے ترکیبی اس طرح ہیں

تمہید

اس میں شاعر اپنی شاعری کی تعریف۔ صبح کا منظر۔ رات کا سماں۔ حمد و نعت۔ منقبت اور مناجات وغیرہ پیش کرتا ہے

2 سراپا - اس میں شاعر مرثیے کے ہیرو کے خط و خال
قد و قامت - لباس اخلاق و کردار پیش کرتا ہے

رخصت - اس میں شاعر ہیرو کی شان و شوکت اور
میدان جنگ کے لئے اجازت کا ذکر کرتا ہے -

آمد - اس میں شاعر ہیرو کے ساز و سامان - گھوڑے پر
سوار ہو کر رزم گاہ میں آنا - ساتھ ساتھ ہیرو کے گھوڑے
کی تعریف بھی بیان کرتا ہے -

رجز - اس میں شاعر ہیرو کی طرف سے اس کے حسب و نسب
کی تعریف اور میدان جنگ کے کارناموں اور مہارت کا ذکر
کرتا ہے

واقعات جنگ

اس میں شاعر جنگ کا نقشہ پیش کرتا ہے اور جنگ
کے طریقوں پر روشنی ڈالتا ہے

classmate
Date
Page

شہادت

اس میں شاعر ہیرو کے زخمی ہونے اور شہید ہونے کا منظر بیان کرتا ہے

بین - اس میں شاعر ہیرو کی لاش پر عزیزوں اور خاص طور پر عورتوں کے ماتم کا ذکر کرتا ہے

دعا - اس میں شاعر شہدائے کربلا کے حق میں خدا سے دعا کرتا ہے -

مرزا دبیر

نام مرزا سلامت علی اور تخلص دبیر تھا۔ 1803ء کو دہلی میں پیدا ہوئے - ان کے والد کا نام مرزا غلام حسین تھا - ان کے والد ~~کا نام~~ دہلی سے لکھنؤ چلے آئے اور بچپن میں ہی دبیر بھی لکھنؤ آ گئے اور یہیں تعلیم و تربیت ہوئی شاعری کا شوق بچپن سے تھا کچھ دنوں کے بعد مشاعروں میں شرکت کرنے لگے اور میر مظفر حسین کو اپنا استاد بنا لیا اور اتنا نام پیدا کیا کہ استاد کو پیچھے چھوڑ گئے اور شہرت حاصل کی اور مرثیے کو اپنا خاص فن بنایا - اپنے استاد کی طرح مرثیہ گوئی میں چند عنوانات قائم کر کے چار چاند لگا دیئے اور اپنے استاد کی قائم کی ہوئی عمارت کو اور روشن کیا جب ان کی شہرت کا ستارہ اور بلند ہوا تو اودھ کے دربار کی سرپرستی حاصل ہوئی اور مرزا دبیر کو اپنے جوہر دکھانے کا اور بھی موقع ملا - انہوں نے

classmate
Date
Page

تقریباً تین ہزار مرثیے کہے رباعی اور سلام وغیرہ اس کے علاوہ ہیں

مرزا دبیر نے واقعاتِ کربلا کے مناظر پر بہت زور دیا لیکن اس میں اختصار پیدا نہیں کر سکے اور اس خوبی میں میر انیس سے پیچھے رہ گئے پھر بھی مرزا دبیر مرثیے کے استاد تسلیم کئے گئے اور مرثیے میں مرزا انیس کے ساتھ ان کا نام بھی ہمیشہ روشن رہے گا 1875ء میں انتقال ہوا ۔

میر انیس

نام میر ببر علی تخلص انیس تھا 1800ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی حیدر بخش سے حاصل کی شاعری کا شوق تھا اس لئے بہت جلد ترقی کر کے لکھنؤ آ گئے اور نواب آصف الدولہ کے دربار میں رسائی ہوئی۔ انیس کا رجحان شروع سے ہی مرثیہ گوئی کی طرف تھا اس لئے اس فن کو انتہائی بلندی تک پہنچایا اور وہ جوہر دکھائے کہ رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔ آپ نے تقریباً ڈھائی لاکھ اشعار کہے اور سب سے زیادہ الفاظ استعمال کیے گویا اردو شعر و ادب میں ان سے بڑھ کر قادر الکلام شاعر کوئی نہیں ہوا آپ کے مرثیوں میں بچے بوڑھے - مرد - عورت - آقا، خادم، دوست، دشمن سبھی کا کردار واضح نظر آتا ہے یہ انیس کا کمال ہے وہ ہر ایک کے جذبات کو اس طرح نظم کرتے ہیں کہ ہر ایک کے کردار کی تصویر نمایاں ہو جاتی ہے

انیس نے واقعات کربلا پر بے شمار مرثیے کہے ہیں

اور جو مناظر پیش کئے ہیں انہیں مختصر الفاظ میں بیان نہیں

کیا جاسکتا ان کا کلام پانچ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے

۱۸۷۴ میں انتقال ہوا